

Walk in clinic

ڈاکٹر وقار فاروقی نے چند ہفتے پہلے فون کیا کہ صحت کے شعبہ میں ایک نیا کام شروع کرنے کی ہمت کی ہے۔ اس کے متعلق ایک بریفنگ کا اہتمام کیا ہے۔ لہذا ضرور آنا ہے۔ ساتھ ساتھ دو اس ایپ میسج بھی آ گیا کہ Walk in clinic کے متعلق ایک بھروسہ پرینٹشن ہے۔ کچھ سمجھنہ آیا کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ عرض کرتا چلوں کہ یہ ڈاکٹر وقار فاروقی ہے کون؟ ایک تعارف تو بالکل سادہ سا ہے کہ 1978ء میں جب کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں داخل ہوا تو وقار میرا ہم جماعت تھا۔ وقار کے والد اور والدہ بھی دونوں ڈاکٹر تھے۔ اور بہت مختصر اور ملخص لوگ تھے۔ خدا انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ میڈیکل کالج کے تعارف میں وقار کی موڑ سائیکل کا ذکر کرنا از حد ضروری ہے۔ خصوصیت یہ تھی کہ اس کی بریکیں نہیں تھیں۔ لہذا اسے روکنے کے لئے پیروں کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ دیکھنے والوں کو شاید یہ مشکل کام لگتا ہو۔ مگر وقار اور تمام دوستوں کو زبردست پرکیلس ہو گئی تھی۔ کہ ایڑی زمین پر لگا کر کہیں بھی موڑ سائیکل کو روک لیتے تھے۔ وقار بڑے آرام سے ایم بی بی ایس کر گیا۔ پھر ایف آر سی ایس کرنے کے لئے لندن چلا گیا۔ ہوا یہ کہ ہمارا جو بھی کلاس فیلو پڑھنے کے لئے لندن جاتا تھا۔ وقار فاروقی کا گھر، اس کا پہلا ٹھکانہ ہوتا ہے۔ اتنا کھلے دل کا آدمی تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتا۔ ناموں کی ایک طویل فہرست ہے جو لندن میں وقار کے گھر میں رہ کر پڑھے اور اعلیٰ تعلیم کی منزلیں عبور کرتے رہے۔ وقار کا گھر کوئی بڑا نہیں تھا لیکن اس کا دل بہت بڑا تھا۔ طرف از حد بلند تھا۔ یہاں وقار کی اہمیت ڈاکٹر شہلا صاحبہ کا ذکر کرنا نا انصافی ہو گی۔ جس وضعداری سے انہوں نے وقار کے دوستوں کو اپنے گھر میں خوش آمدید کہا۔ وہ بذات خود قبل رشک بات تھی۔ سرجری کا امتحان پاس کر کے جب وقار واپس پاکستان آیا تو غالباً نوے کی دہائی کا ابتدائی دور تھا۔ یہ زمانہ تھا جب کوئی بھی ڈاکٹر امریکہ یا لندن جا کر پاکستان واپس آنے کا سوچتا تک نہیں تھا۔ مگر وقار واپس آیا اور بہت تھوڑے عرصے کیلئے سرکاری ہسپتال میں بطور استینٹ پروفیسر کام کیا۔ پھر یک دم سرکاری نوکری چھوڑ کر خی شبہ سے منسلک ہو گیا۔ اس کے بعد وقار نے پیچھے مرکر نہیں دیکھا۔ لاہور میں ہڈیوں کا ماہر ترین سرجن کہلانے لگا۔ اس نے اپنے آپ کو صحت کے شعبہ کی آسودگیوں سے مکمل طور پر دور کھا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، فاروقی اپنے شعبہ میں مزید مستند ہوتا چلا گیا۔ پھر معلوم ہوا کہ لاہور میں کسی بھی میڈیکل کالج کا پنسپل لگ چکا ہے۔ تھوڑے عرصے بعد معلوم ہوا کہ ایک اور میڈیکل کالج استوار کر لیا ہے۔ یعنی اب وہ اس سطح پر پہنچ چکا ہے کہ سرجری کے ساتھ ساتھ، طبی ادارے کھولنے اور چلانے میں بھی ماہر ہو چکا ہے۔ مقررہ وقت پر میں ”واک ان کلینک“ کی بریفنگ کے لئے حاضر ہو گیا۔ ڈاکٹر بلال اور ڈاکٹر عزیز اسلام انجمن بھی آئے ہوئے تھے۔ تقریباً ایک سو کے قریب میڈیکل پروفیشنل موجود تھے۔ فاروقی نے بڑی عرق ریزی سے نئے منصوبے کے متعلق بتانا شروع کیا۔ ہر درجہ دلیل اور عملیت پسند باتیں تھیں۔ مرکزی نکتہ یہ تھا کہ جب بھی کوئی شخص بیمار ہوتا ہے تو دوسروں سے پوچھنا ضرور ہے کہ اسے کس ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے۔ اکثر اوقات، اس اہم ترین سوال کا جواب غیر منطقی انداز سے یاقینے سے دیا جاتا ہے۔ اور مریض کسی غلط آدمی کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔ فاروقی اور اس کی ٹیم نے روزمرہ کی بیماریوں کی ایک فہرست ترتیب دی۔ عمومی طور پر نوے فیصلوں کو انہیں امراض کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جیسے نزلہ، زکام، کھانی، بخار وغیرہ۔ اس ٹیم نے ان نوے فیصلوں کے لئے Walk in clinic کا نظام کا رشروع کیا ہے۔ دراصل یہ لندن میں N.H.S. سسٹم کے قریب ترین ہے۔ شاید آپ کو یہ سن کر جیرانی ہو کہ لندن میں کوئی بھی شہری، جی پی ڈاکٹر کو دکھائے بغیر کنسلنٹ ڈاکٹر کے پاس نہیں جاسکتا۔ جی پی ڈاکٹر سے مراد وہ ڈاکٹر ہیں جنہوں نے پوسٹ گریجویشن نہیں کی ہوتی۔ زیادہ تر مریضوں کو جی پی ڈاکٹروں سے آگے جانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ اس طرح نہ صرف مریض کو فائدہ ہوتا ہے بلکہ بڑے ہسپتا لوں پر بھی بوجنہیں پڑتا۔ NHS کا مربوط نظام دنیا میں صحت کے نظاموں میں بہترین گنا جاتا ہے۔ اسی ایقائیں کی طرف ایک مضبوط قدم ہے۔ بریفنگ میں بتایا گیا کہ اب تک لاہور میں اس طرح کے تین کلینک قائم ہو چکے ہیں۔ ایک جو ہر ٹاؤن میں ایک ڈپنسال لک چوک پڑا اور ایک کامل وقوع میرے ذہن سے نکل چکا ہے۔ مراکز کی فیس بھی حد درجہ کم رکھی گئی ہے۔ جو افراد کم فیس بھی ادا نہیں کر سکتے۔ ان کے لئے تمام سہولیات مکمل طور پر مفت ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ نوے فیصلہ صحت کے مسائل، اب بغیر کسی تردود کے ان کلینکس میں حل ہو سکتے ہیں۔ بریفنگ میں یہ بھی بتایا گیا کہ ان کلینکس کی تعداد کو نہ صرف بڑھایا جائے گا۔ بلکہ انہیں ملک کے ہر شہر تک لے جایا جائے گا۔ یہ انقلابی قدم اگر ملک کے طول و عرض میں پھیل گیا تو صحت کے بھی شعبہ میں ایک انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ طبی سہولتیں، حد درجہ سنتے داموں میں مہیا ہو سکیں اور معیاری بھی ہوں گی۔ اس تمام تجربے کے پیچھے وقار فاروقی کا اخلاص اور انسانیت سے محبت کا جذبہ بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ پیسہ سکنانہ کھی فاروقی کا جنون تھا اور نہ اب ہے۔ یہ تمام اچھوتا کام، صرف اور صرف عام لوگوں کی بھلانی کے لئے ہے۔

ہم میں سے واضح اکثریت سارا دن نظام کو کوستے ہوئے ملے گی۔ ہر کوئی ملک کی برائی کرتا نظر آئے گا۔ کسی سرکاری ادارہ میں چلے جائیے۔ تقریباً ہر شخص غیر مطمئن نظر آئے گا۔ عدالتوں میں چلے جائیے، تو سائلین، نظام انصاف کی شان میں بر ملا گستاخیاں کرتے نظر آئیں۔ تاؤٹ اور جعلی گواہ آپ کو برائے فروخت ہر قدم پر مل جائیں گے۔ ان عدالتوں میں سب کچھ مل جائے گا۔ مگر عام آدمی کو انصاف ملنانا ممکن ہو گا۔ ہر کوئی نظام عدل کے نقصان بیان کرے گا۔ مگر معاملات کو بہتر کیسے کرنا ہے اس طرف کوئی بھی بات کرتا نظر نہیں آئے گا۔ بالکل اسی طرح صفائی کے فوائد ہر کوئی گنوata ہے۔ ملک کے ہر شہر، گلی کوچہ میں کچھ رے کے ڈھیر پر تلف کرتا بھی معلوم ہو گا۔ مگر گاڑی کا شیشہ کھول کر خالی لفافے باہر پھینکنے سے کوئی بھی نہیں باز آئے گا۔ پلاسٹک کے لفافوں کا لفسان سب کو معلوم ہے۔ مگر کوئی بھی دکاندار کو یہ نہیں کہے گا کہ پلاسٹک کے لفافے میں لپٹی چیزوں کو وصول نہیں کرے گا۔ ملک کے کسی شعبہ کو دیکھ لیں۔ کچھ نہیں اور برائی آپ کو بدرجہ اتم نظر آئے گی۔ گر ایک نکتہ ڈھوننے سے بھی نہیں ملے گا۔ بذات خود اپنے عمل سے حل کرنے کا طریقہ۔ یعنی اپنی ذات سے کام کو درست کرنے کی کوشش مفقوذ نظر آئے گی۔ بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ہم مسائل اور نقصان پر تو ہر دم بحث کرتے رہتے ہیں۔ مگر ان کو حل کرنے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھاتے۔ یہ وہ نقص ہے جو تمام مسائل کو مزید طول دیتا ہے۔ ثابت کام کرنے کے لئے ذاتی نظم و ضبط چاہیے۔ جو بہر حال ہمارا قومی شعار نہیں ہے۔ بالائی طبقہ اس صورت حال کا ہر حال میں خوب فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ پڑوں جتنا مرضی مہنگا کر دوں۔ لوگ ہر گز سڑکوں پر نکل کر احتجاج نہیں کریں گے۔ موڑ سائیکل اور گاڑیوں سے اجتناب نہیں کریں گے۔ عام لوگوں کو اندازہ ہی نہیں کہ وہ ہر مشکل کا حل خود نکال سکتے ہیں۔ جس دن عام لوگ مہنگا پڑوں خریدنا بند کر دیں۔ پیدل چنان شروع کر دیں گے۔ عام لوگوں کو اسے معلوم ہے کہ وہ ہر مشکل کا حل خود نکال سکتے ہیں۔ مگر یہ تمام ثبت حرکتیں زندہ معاشرے کرتے ہیں۔ ہمارے جیسے خواب خرگوش میں سائیکل چلانی شروع کر دیں۔ پڑوں خود بخود ستا ہو جائے گا۔ مگر یہ تمام ثبت حرکتیں زندہ معاشرے کرتے ہیں۔ ہمارے جیسے خواب خرگوش میں بتلا لوگ صرف باتیں کر سکتے ہیں۔ اس خرابی زدہ ماحول میں ڈاکٹر وقار فاروقی اور اس کی ٹیم نے جو بہترین کام کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی ستائش ہونی چاہیے۔ واک ان کلینکس شاہد ہمارے صحت کے ابتدائی مسائل حل کر دیں۔ باقی تو خیر ہم نے کیا کرنا ہے۔ دعا ہے کہ وقار کو اس کے اس نئے اور نیک کام میں کامیابی ہو۔ اور معاشرے میں یہ کلینکس ٹھنڈی ہوا کا جھونکا ثابت ہوں۔ خدا کرے!